کلچر: چند توضیحات

اشتیاق احمد
اسسٹنٹ پروفیسر اردو
گورنمنٹ اسلامیہ کالج،قصور

VIEWS ON CULTURE

Ishteyaq Ahmad
Assistant Professor of Urdu
Govt. Islamia College, Kasur

Abstract

Culture is an important subject in Urdu criticism. Before and after the creation of Pakistan, almost all important critics have penned down their thoughts about it. After the creation of Pakistan, the discussions on the Islamic Culture and the Pakistani Culture permeated into Urdu literature. Many critics took part in this discussion. Prominent figures among them are Muhammad Hasan Askari, Dr. Jameel Jalbi, Sajjad Baqar Rizvi, Jeelani Kamran, Faiz Ahmed Faiz, Ahmed Nadeem Qasmi and Dr. Syed Abdullah. In this article, the opinions of some important critics have been summarily evaluated.

Keywords:

اردو، فارسی، کلچر، عالم گیریت، مابعدالطبیعاتی، سرسید احمد، محمد حسن عسکری، پاکستان

گزشتہ چند سال سے بدلتے ہوئے عالمی سیاسی تناظر میں "کلچر" سے متعلق مباحث کو نئی کروٹ ملی ہے۔"عالم گیریت" اور تہذیبوں کے تصادم کے نظریات نے متعدد سوالات کو جنم دیا ہے۔ مثلاً "عالم گیریت" کے عملی پھیلاؤ کی صورت میں مختلف مذاہب،جغرافیائی حدود سے منسلک تہذیبوں اور ریاستوں کے نظامِ حکومت کی معنویت،نوعیت اور تفاعل کا دائرہ کار کیا ہوگا؟ یہ اور اس نوعیت کے متعدد سوالات ہنوز جواب طلب ہیں۔

۱۸۵۷ء میں خطہ ہند میں ایک غیر منظم بادشاہت کے مقابلے میں زیادہ بہتر سیاسی حکمت عملی اور عسکری ٹیکنالوجی رکھنے والی طاقت نے حکومت تو حاصل کر لی لیکن اس کے کلچر کی مخالفت کا سلسلہ کسی نہ کسی انداز سے شد و مد سے جاری رہا۔مخالفین میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔طویل عرصہ پر محیط اس تہذیبی آویزش کی ایک قابلِ قبول مفاہمت اور سمجھوتے میں تبدیلی سرسید احمد خاں کی مساعی کی بدولت ممکن ہوئی۔انگریز کی حکومت کے ساتھ سرسید کے تعاون کو ان کے بعض رفقا نے مرعوبیت پر محمول کرتے ہوئے ناپسند کیا۔

ناپسندیدگی کا ایک مستحکم زاویہ اکبرالہٰ آبادی کی شاعری میں نمودار ہوا۔اکبرالہٰ آبادی مشرقی اور دینی روایات کے مقابلے میں نئی تہذیب کی تردید اور تکذیب ترجیحی بنیادوں پر کرتے ہیں۔اکبرالہٰ آبادی کے بعد تہذیبِ مغرب کی پرزور مخالفت علامہ اقبالؒ کے ہاں نظر آتی ہے۔دین سے والہانہ شغف،طویل غور و فکر اور عمیق مشاہدے نے علامہ اقبالؒ کو تہذیبِ مغرب سے متنفر کر دیا۔اس نفور کا اظہار ان کی شاعری میں جابجا نظر آتا ہے۔نثر میں اس نوع کے خیالات "اسرارِ خودی" اور "پیامِ مشرق" کے دیباچوں کے علاوہ "تشکیل جدید الہیات اسلامیہ" کے پانچویں خطبے بعنوان "اسلامی ثقافت کی روح" میں ملتے ہیں۔اس خطبے میں علامہ اقبالؒ نے بڑے مدلل انداز میں اسلامی تہذیب کے محاسن کو مختلف حوالوں سے اجاگر کیا ہے علامہ اقبالؒ کے نزدیک وحی،ختمِ نبوت،متصوفانہ باطنی واردات،متفرق علوم،تاریخ اور مطالعہ تاریخ،یونانی فکر کے متخالف مسلمانوں کا عالمانہ اسلوبِ فکر،تجربی منہاج،اسلامی علم الکلام،فلسفیانہ اندازِ نظر،زمان و مکاں سے متعلق مخصوص مباحث،کائناتی مظاہر کی تفہیم میں تعلقات کو بروئے کار لانا،مجوسیت کا استرداد،تہذیبِ اسلامی کی وہ نمایاں خصوصیات ہیں جو اسے دیگر تہذیبوں سے ممتاز اور ممیز کرتی ہیں۔علامہ اقبالؒ نے اپنے اس خطبے میں معروف مفکر اشپنگلر کے تہذیبِ اسلامی سے متعلق خیالات سے اختلاف کیا ہے۔

کلچر کے حوالے سے ناقدین کی دو آرا سامنے آتی ہیں۔ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ کلچر دین کے تابع ہے۔دوسرے مکتبۂ فکر سے متعلق ناقدین کا خیال ہے کہ کلچر زمین کی کوکھ سے پیدا ہوتا ہے۔ان آرا کو کلچر کی

تفہیم کے مابعد الطبعیاتی اور طبعیاتی انداز نظر سے بھی موسوم کر سکتے ہیں۔ دینی مابعد الطبعیات کے تناظر میں کلچر کے مطالعے کے ضمن میں جناب محمد حسن عسکری کو تفوق حاصل ہے۔

عسکری صاحب شاید واحد اردو نقاد ہیں جن کی زیادہ تنقیدی تحریریں کسی نہ کسی نہج سے کلچر کے افہام و تفہیم سے عبارت ہیں۔ ''جھلکیاں'' کے تحت شائع ہونے والے مفصل اور مختصر تنقیدی مضامین سے لے کر اپنی آخری تصنیف ''جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ'' تک عسکری صاحب، کلچر کو کسی نہ کسی انداز سے ضرور زیر بحث لائے ہیں۔ عسکری صاحب کی زیادہ تحریروں میں ان کی فراواں ناقدانہ بصیرت کلچر کے متنوع مسائل سے جابجا نبرد آزما نظر آتی ہے۔ البتہ مختلف اوقات میں عسکری صاحب کے تنقیدی نقطۂ نظر میں جزوی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی رہی ہیں۔ قیامِ پاکستان سے قبل تحریر کردہ مضامین میں عسکری صاحب، ادب کے سلسلے میں مغربی کلچر سے استفادہ کرنے کے حامی ہیں مثلاً ان کے خیال میں:

''بیسویں صدی کی مغربی تہذیب اپنے اندر عالم گیر بننے کے امکانات رکھتی ہے۔'' (۱)

مغربی تہذیب کی اس ممکنہ عالم گیریت کی صفت کے باوجود عسکری صاحب ماضی کے عظیم سرمائے کی اہمیت کے بھی قائل ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ:

''ہمیں تو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اردو میں مشرق کو بھی سمیٹ لیں اور مغرب کو بھی ...... اپنے ورثہ کو ترک نہ کریں لیکن ساتھ ہی مستقبل کی طرف بھی قدم بڑھاتے رہیں۔'' (۲)

قیامِ پاکستان سے قبل کی تنقیدی تحریروں میں عسکری صاحب ہندوستان کے اردو ادب کی پرکھ کے ضمن میں مغربی کلچر کے نمائندہ مصنفین کے حوالے بھی دیتے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد کلچر کے حوالے سے عسکری صاحب کے تنقیدی نقطۂ نظر میں تبدیلی نظر آتی ہے۔ اب وہ پاکستان کے کلچر کی نوعیت اور خصوصیات پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کے تین مضامین ''پاکستان کا کلچر''، ''آزادیِ رائے اور پاکستان کا کلچر'' اور ''پاکستان کا تہذیبی مستقبل'' اہم ہیں۔ یہ تینوں مضامین ''مقالات محمد حسن عسکری'' (۳) مرتبہ شیما مجید میں شامل ہیں۔

عسکری صاحب کے نزدیک قیامِ پاکستان کا مقصد ''ہند اسلامی کلچر'' کا تحفظ ہے:

''پاکستان کا کلچر کوئی نیا کلچر نہیں ہے۔ یہ وہ ہند اسلامی کلچر ہے جس کی حفاظت کے لیے ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا۔'' (۴)

مضمون ''آزادیِ رائے اور پاکستان کا کلچر'' میں عسکری صاحب نے پاکستان کے قومی کلچر کے جن

بنیادی عناصر کا تعین کیا ہے، ان کو مختصراً اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:

اسلام ......سب سے ضروری رکن

ہند اسلامی کلچر کی روایت کا تسلسل، تحفظ

قومی کلچر اور مقامی کلچر کے درمیان توازن

مغربی کلچر کا مطالعہ

''وقت کی راگنی'' میں شامل مضامین میں عسکری صاحب نے موسیقی، رسم الخط، اردو کی ادبی روایت اور کلچر کا مطالعہ ایک وسیع مابعد الطبعیاتی تناظر میں کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ دین اور تصوف کی معروف جید شخصیات سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس کتاب کے متعدد مقامات پر عسکری صاحب نے مختلف حوالوں سے ''کلچر'' کے متعلق اظہار خیال کیا ہے۔ عسکری صاحب تصوف کے مطالعات کی معنویت کا انسلاک، اسلامی تہذیب کی تفہیم سے کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں:

> ''اردو اور فارسی ادب اور اس کے مقابل مغربی ادب پڑھتے ہوئے اور پھر ادب کے متعلق لکھتے ہوئے میرے سامنے چند مسئلے آئے ہیں اور ان مسئلوں کا تسلی بخش حل صرف تصوف کی کتابوں میں ملا ہے......اس مضمون میں تصوف کا مطلب ہوگا اسلام کا باطنی پہلو یا وہ معتقدات جن کی بنیاد پر اسلامی تہذیب کی تعمیر ہوئی ہے۔'' (۵)

عسکری صاحب، تہذیب کا تعلق روایت سے قائم کرتے ہیں اور ان کے نزدیک ایک مستند روایت، مابعد الطبعیاتی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ عسکری صاحب کے بقول:

> ''انسانی تاریخ کی عظیم ترین اور مکمل ترین تہذیبیں تین ہیں: چینی، ہندو اور اسلامی۔ ان کے علاوہ اگر کسی تہذیب نے تکمیل کا درجہ حاصل کیا تو ہمیں اس کا صحیح علم نہیں۔ یونانی، یہودی اور ازمنہ وسطیٰ کی عیسوی تہذیب اپنی اپنی جگہ قابل قدر ہیں لیکن کسی نہ کسی اعتبار سے نامکمل ہیں۔''(۶)

کلچر پر دین کی فضیلت کا اظہار عسکری صاحب کے انتقال کے بعد شائع ہونے والی تصنیف ''جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ'' ۱۹۷۹ء کے دوسرے حصے بعنوان: ''ان مغربی تصورات کی فہرست جس سے دین کے بارے میں غلط فہمیاں اور گمراہیاں پیدا ہوتی ہیں'' میں موجود ہے۔ گمراہی ۶۵ کے ذیل میں عسکری صاحب لکھتے ہیں:

"تہذیب (کلچر) یا معاشرے کو دین سے وسیع تر یا بلند تر سمجھنا اور دین کو تہذیب کا ایک جز قرار دینا۔" (۷)

اسلامی بالخصوص ہند اسلامی کلچر سے شغف رکھنے والے دیگر ناقدین میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، سلیم احمد، سید محمد تقی، ڈاکٹر سیّد عبداللہ، سراج منیر، کرار حسین، ڈاکٹر سجاد باقر رضوی اور انتظار حسین شامل ہیں۔ ہند اسلامی کلچر کے موید بعض ناقدین کے خیالات پر عسکری صاحب کی فکر کے واضح اثرات نظر آتے ہیں۔ جیلانی کامران عجمی اسلامی تہذیب کو اہمیت دیتے ہیں۔ وہ کلچر کے مطالعات کے ضمن میں عجمی مابعد الطبعیاتی نظامِ فکر کو معیار بناتے ہیں۔

کلچر کے مبحث سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب میں ایک اہم نام ڈاکٹر جمیل جالبی کا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تصنیف "پاکستانی کلچر" ۱۹۶۴ء کے علاوہ دیگر متعدد مضامین میں کلچر کے مختلف مباحث کے حوالے سے اظہار خیال کیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا موقف یہ ہے کہ پاکستان کے تہذیبی انتشار کا بڑا سبب مربوط "نظام خیال" کا نہ ہونا ہے۔ ڈاکٹر صاحب "نظام خیال" کو دین کی اعلیٰ اخلاقی اور روحانی اقدار سے منسلک کرتے ہیں۔ خطہ ہند میں "نظام خیال" کے نہ پنپ سکنے کا ایک سبب اعلیٰ اخلاقی اور روحانی اقدار سے بے اعتنائی قرار دینا بالکل بجا ہے۔ چند دیگر عوامل کو بھی نظر میں رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً نسلی حوالے سے تساہل آمیز مزاجی خصوصیات، طویل عرصہ پر محیط مقامی اور بیرونی حکمرانوں کا دور بادشاہت، مادی ترغیبات سے گریز کی حامی بعض تحریکوں کے ضمنی اثرات۔

کسی بھی علاقے کے کلچر کی خصوصیات کے ذیل میں اس کے نظامِ حکومت کو بھی زیرِ بحث لایا جائے گا۔ یہ بات درست ہے کہ کسی مخصوص نظامِ حکومت کی طویل موجودگی یا فوری تبدیلی کلچر کے متعینہ مرکزی اور بنیادی خدوخال کو متاثر نہیں کرتی لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بہتر نظامِ حکومت تہذیبی انتشار کے تدارک میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

المیہ یہ ہوا کہ ۱۹۴۷ء کے بعد غیر واضح سیاسی حکمت عملی کا فقدان، صالح تہذیبی اقدار کے فروغ میں مانع رہا۔ عوام کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ "خیر" کی فراہمی کی قوی دلیل بننے والا نظام حکومت ہی تہذیبی انتشار کو دور کر سکتا تھا۔ جالبی صاحب کے خیال میں تہذیبی انتشار کا خاتمہ یک جہتی سے کیا جا سکتا ہے اور یک جہتی کا حصول مشترک زبان اور مشترک کلچر سے ممکن ہے۔

یک جہتی کے حصول کے لیے مشترک زبان اور مشترک کلچر کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

البتہ علاقائی زبانوں اور علاقائی تہذیبی اکائیوں کی مسلمہ معنویت بہر طور جذباتی حوالوں کی بنا پر معمولی انہدام کو پسند نہ کرے گی۔قومی زبان اور مقامی زبانوں ،قومی کلچر اور علاقائی تہذیبوں کے درمیاں ایک محترم،معتبر اور مستحکم توازن کی مخلصانہ ضرورت بہر حال موجود رہے گی۔

تہذیب کی تخلیق کے سلسلے میں ایک نقطۂ نظر ڈاکٹر سجاد باقر رضوی کا ہے۔سجاد باقر رضوی،تہذیب کی نشو ونما کو آسمانی اور زمینی عناصر کے باہمی اختلاط سے مشروط کرتے ہیں۔ڈاکٹر سجاد باقر رضوی زمین کو مادری اور آسمان کو پدری اصول سے وابستہ کرتے ہیں اور دونوں کا امتزاج تہذیب سے متنوع مظاہر کا سبب بنتا ہے ان کے بقول:

"صحت مند تخلیق،متحرک تہذیب کا مطلب ہے کہ ہم مادری و پدری تخلیقی و تنظیمی دونوں اصولوں کے امتزاج کو تخلیقی زندگی کے لیے ضروری سمجھیں۔" (۸)

ڈاکٹر سجاد باقر رضوی کے نزدیک تہذیب کے متنوع مظاہر علامتوں کی صورت میں تخلیقی اظہار پاتے ہیں۔ (۹)

ڈاکٹر وزیر آغا کے نزدیک کلچر کی نمود اور صورت گری کا اولین محرک اور مضبوط عامل "ارضیت" کا عنصر ہے۔اس ضمن میں وزیر آغا کے خیالات ان کی تصنیف "اردو شاعری کا مزاج" مئی ۱۹۶۵ء میں بڑی شرح وبسط سے بیان ہوئے ہیں۔مذکورہ کتاب کے علاوہ وزیر آغا نے متعدد مضامین میں کلچر کے زمین سے انسلاک کا ذکر کیا ہے۔مثلاً وہ لکھتے ہیں:

"کلچر کا عمل درخت کی نمو اور پھیلاؤ کا عمل ہے اور یہ عمل زمین کے بغیر ممکن ہی نہیں۔"(۱۰)

ڈاکٹر وزیر آغا کے نزدیک جغرافیائی حدود میں تبدیلی سے کلچر کی خصوصیات میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ان کے خیال میں:

"کلچر جغرافیہ کی پیداوار ہے اور ریاست ہمیشہ ایک نئے جغرافیہ کو وجود میں لاتی ہے۔لہٰذا ریاست کے وجود میں آنے کے بعد اس کی تحویل میں آیا ہوا کلچر اپنی صورت بدلنے لگتا ہے اور اپنی سرحدوں کے اثرات کے تحت بالآخر ایک نئی شکل اختیار کر لیتا ہے۔" (۱۱)

ڈاکٹر وزیر آغا نے پاکستانی کلچر کی تاریخ کے حوالے سے بھی متعدد مقامات پر اظہار خیال کیا ہے۔ وہ پاکستانی کلچر کا تعلق وادی سندھ کی قدیم تہذیب سے جوڑتے ہیں۔ان کے بقول:

"پاکستانی کلچر کا کچا مواد وہی ہے جو آج سے تقریباً پانچ چھ ہزار برس قبل وادی سندھ کی تہذیب میں موجود تھا۔" (۱۲)

کلچر کو دین کے تابع قرار دینے والے ناقدین کی جانب سے متعدد تحفظات کے باوجود آغا صاحب کے کلچر کے ارضی نظریے کی تنقیدی اہمیت مسلمہ ہے۔

ترقی پسند تحریک سے وابستہ جن اصحاب نے کلچر کے موضوع پر اظہارِ خیال کیا ہے ان میں فیض، احمد ندیم قاسمی، ممتاز حسین اور سبطِ حسن کے نام اہم ہیں۔ ترقی پسندانہ نقطۂ نظر سے کلچر کے تفاعل کو سبطِ حسن نے بڑے مبسوط انداز میں "پاکستان میں تہذیب کا ارتقا" میں پیش کیا ہے۔ دیگر ترقی پسند ناقدین کی طرح سبطِ حسن بھی کلچر کی نمو اور پھیلاؤ کے سلسلے میں اساسی اہمیت مادے کو تفویض کرتے ہیں۔ اس پہلو سے سجاد ظہیر نے بھی "روشنائی" میں تفصیلی بحث کی ہے۔ سبطِ حسن کلچر کی مذہبی یا الہامی بنیاد کو تسلیم نہیں کرتے۔ علاوہ ازیں وہ سماجی اقدار کو بھی مستقل نہیں مانتے۔

کلچر سے متعلق مختلف آرا کی تشکیل میں ناقدین نے جن میں نسبتاً جدید علما کے علمی نظریات سے استناد اور استفادہ کیا ہے ان میں کارل مارکس اور ژنگ کے اسما زیادہ نمایاں ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) محمد حسن عسکری: جھلکیاں۔ لاہور، مکتبہ الروایت س۔ن، ص ۲۷۷

(۲) ایضاً ص ۲۷۷

(۳) محمد حسن عسکری: مقالات محمد حسن عسکری۔ (۲) مرتب: شیما مجید، لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۱ء، ص ۴۷

(۴) محمد حسن عسکری: وقت کی راگنی۔ لاہور، مکتبہ محراب، ۱۹۷۹ء، ص ۲۱

(۵) ایضاً ص ۹۳

(۶) ایضاً ص ۹۳

(۷)محمد حسن عسکری: جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کا خاکہ۔راولپنڈی،آب حیات،
عصمت منشن،۱۹۷۹ء،ص۱۰۹

(۸)سجاد باقر رضوی: ڈاکٹر تہذیب و تخلیق۔اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۷ء،ص۷۰

(۹)ایضاً،ص۶۸

(۱۰)وزیر آغا،ڈاکٹر: تنقید اور احتساب۔لاہور،جدید ناشرین ۱۹۶۸ء،ص۲۹۹

(۱۱) وزیر آغا،ڈاکٹر: دائرے اور لکیریں۔لاہور،مکتبہ فکروخیال ۱۹۸۶ء،ص۱۶۳

(۱۲)وزیر آغا،ڈاکٹر: تنقید اور احتساب۔ص۳۰۱

✿✿✿